حنا یاسمین

دل لگی



سارا گھر نئے انداز سے فرنشڈ کروایا تھا۔ اس نے جھلملاتی آنکھوں سے ماضی کے عکس سے نگاہ چرائی گیٹ پار کر کے وہ اور ربیع سوٹ کیس گھسیٹتی اندر آئیں۔

عاصم نے شوقیہ اطلاعی گھنٹی بجائی بچوں نے مسکرا کر باپ کی شکل دیکھی۔ جبکہ وہ وہیں شرمندہ سی مسکراہٹ لیے کھڑی رہ گئی۔

مسکراہٹ میں چھپی ندامت کسی صورت کم ہونے کو نہ آرہی تھی۔ ندامتوں اور حماقتوں کی طویل فہرست' چاہ سے بھی زیادہ چاہ کی ضرورت..... انسانی فطرت میں کنڈلی مارے نا آسودہ خواہشوں کے سانپ نے اس کا تن من نیلا کردیا تھا وہ "وہیں سے" اور "ویسے ہی" زندگی کی شروعات نہیں کرسکتی تھی۔

پہلے اسے شیشے میں نظر آجانے والے اس بال کو ختم کرنا تھا۔ جو اس کی اہمیت کو گھٹانے کا باعث بنا تھا۔

وہ چودہ دسمبر کی ایک گیلی رات تھی۔ جب اس نے چوری چھپے عاصم سے شادی کی تھی۔ ماں باپ نے دوسرے ہی دن دونوں کو بلوا کر دنیا والوں کے لیے ایک شادی کو ارینج کروایا تھا۔ صد شکر خاندان کے ہی دونوں چشم و چراغ تھے۔ جو اندر کی بات اندر ہی دفن ہوگئی۔ ورنہ جگ ہنسائی ہونے میں دیر ہی کتنی لگتی تھی۔

دونوں کو زندگی کی خواہشوں میں مگن دیکھ کر ماں باپ نے پچھلی رنجشیں بھلا دیں۔ عاصم سے شادی کے بعد صحیح معنوں میں بھاگ جاگ گئے تھے۔ صدر میں چلنے والی کپڑے کی دکان اب امپورٹ ایکسپورٹ کے بزنس تک کی رسائی حاصل کرچکی تھی۔ وہ اس کا ذمہ دار سراسر ندا کو سمجھتا تھا۔ جس کے آنے سے اتنی ریل پیل ہوگئی تھی۔ جبکہ ندا محبتوں اور قدروں کے ساون میں بھیگتی چلی جاتی۔

عاصم کو کاروبار کے سلسلے میں کچھ عرصے کے لیے جدہ قیام کرنا تھا' وہ چاہتا تھا کہ ایک دو سال لگا کر وہ مزید ترقی کی منازل طے کرلے۔ اتنے میں ربیع بڑی ہو جائے گی اور اس کے لیے شاندار سے اسکول میں تعلیم کا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے پھر ربان اور حنظلہ کی باری آجانی تھی۔

ندا کے سسرال والوں نے ابھی تک لاتعلقی کا لیبل نہیں اتارا تھا۔ بظاہر عام معافی مل چکی تھی۔

عاصم نے جاتے ہوئے اپنے دوست ہمایوں کو ندا کا خیال رکھنے کو کہا تھا۔ وہ دوست بھی تھا اور قریبی رشتہ دار بھی..... ندا اور بچوں سے بہت سارے وعدوں کے ساتھ وہ رخصت ہوا۔

وہ سارا دن یونہی گھر میں بور ہوتی رہتی۔ ملازم بچوں تک کے کام کردیتے۔ جبکہ وہ صرف نگرانی کی حد تک محدود تھی۔ کبھی ٹی وی دیکھ لیا..... کبھی عاصم سے فون پر بات کرلی۔ روز روز تیار ہو کر وہ شیشے کے آگے یونہی بے مقصد کھڑی رہتی۔ تعریف کرنے کے لیے کوئی تھا ہی نہیں.....

عاصم نے اکیلے سیر و تفریح کرنے سے بھی منع کر رکھا تھا۔ وہ ہمایوں بھائی کے گھر چلی جاتی۔ ان کی بیگم اور ان کا خلوص قابل دید ہوتا۔

"بھابھی! آپ پر میرون سوٹ کے ساتھ سندھی کڑھائی والی شال کتنی خوب صورت لگتی ہے۔" ایک دن اچانک کھانے کے دوران ہمایوں بھائی نے تعریف کرڈالی۔ ان کی بیگم نے بھی مسکرا کر تائید کی۔

ندا اتنے عرصے کے بعد کھل کر مسکرائی تھی۔ گھر واپسی پر بھی یہی فقرہ اس کے دماغ میں گونجتا رہا۔

پھر ہر ویک اینڈ ہمایوں بھائی کے گھر گزارہ جانے لگا۔ بچوں کا بھی ان کے بچوں کے ساتھ دل لگ گیا۔

"آپ کی چوائس بھی اچھی ہے اور آپ کے بچوں کی بھی۔" ایک دن وہ سب پارک میں تفریح کرنے گئے تھے۔ ربیع نے بلیک میکسی پہن رکھی تھی۔ اس کے لیے سلکی بال..... وہ آٹھویں کلاس کی بچی کی بجائے دسویں کی اسٹوڈنٹ لگ رہی تھی۔ ہمایوں بھائی کی اچانک توصیف پر اس کے ساتھ ساتھ وہ بھی جھینپ سی گئی۔

ربیع "تھینک یو انکل!" کہہ کر پھر بچوں کے ساتھ مگن ہوگئی۔ جبکہ وہ سوچ رہی تھی کہ وہ کب سے

ہمایوں بھائی کے گھر آرہی ہے۔ مجال ہے جو ان کی بیگم اور بچوں کے لیے کوئی تحفے تحائف لائی ہو۔

اس نے فون پر عاصم سے بات کرتے ہوئے بھی یہ بات دہرائی۔

"ہاں تو تم اکیلی تو شاپنگ پر جا نہیں سکتیں ایسا کرو ہمایوں اور اس کی بیگم کے ساتھ کسی دن مارکیٹ کا چکر لگا آؤ۔ انہیں بھی کچھ لے دینا۔ آج کل اتنے پرخلوص لوگ کہاں ملتے ہیں۔ میرے جانے کے بعد تمہارا اور بچوں کا کتنے اچھے انداز سے خیال رکھ رہے ہیں۔"

عاصم کی بات اس کے دل کو بھی لگی تھی۔

"بھابھی! میں سوچ رہی ہوں ہم آج شاپنگ پر چلتے ہیں میں نے سنا ہے بڑی اچھی کپڑوں کی ورائٹی آئی ہوئی ہے۔" اگلے اتوار ان کے گھر صوفے پر براجمان ندا نے باتوں ہی باتوں میں کہا۔ وہ سنتے ہی فوراً" مان گئی۔ ہمایوں نے اپنے آفس سے گاڑی بھیج دی۔ ندا نے اپنے اور بچوں کے لیے کپڑے لیے۔ آفرین اور اس کے بچوں کے لیے بھی خریداری کی۔ کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ہزاروں کی شاپنگ وہ کرکے گھر لوٹیں۔

"ارے بھابھی! آج تو آپ نے حد ہی کردی۔ اتنے مہنگے کپڑے اور جوتے لے کر دے دیے میرے بچوں کو....." آفرین اپنے براؤن بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے قدرے فکرمندی سے بولی۔

ہمایوں نے بھی چونک کر ڈھیروں شاپنگ بیگز لاؤنج میں بکھرے دیکھے۔

"بھابھی! پلیز اگلی دفعہ یہ تکلف مت کیجیے گا۔" ہمایوں سنجیدگی سے بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگ مجھے اپنا ہی نہیں سمجھتے....." ندا نے خفگی سے کہا۔

"ارے نہیں' نہیں آپ ہماری اپنی ہیں پر اتنی مہنگی شاپنگ....."

"آپ کے خلوص کے سامنے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ آفرین کی بات درمیان میں ہی کاٹتے ہوئے بولی۔

"لیکن....." ہمایوں ابھی بولنے ہی لگا تھا۔

"لیکن..... ویکن کچھ نہیں ہمایوں بھائی..... سیدھی طرح کہیے کہ میں آپ کی کچھ نہیں لگتی....."

"اوفوہ! سوری بھئی..... غلطی ہوگئی' آپ جو چاہیں مرضی لے کر آئیں۔ آج سے آپ کو انکار نہیں....." ہمایوں نے مسکرا کر اس کی خفگی کم کرنے کی کوشش کی۔

جبکہ اب وہ آفرین کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"آفرین! بھابھی کے لیے چائے وغیرہ کا انتظام کرو..... تھکن ہوگئی ہوگی....."

آفرین مسکرا کر اٹھ گئی۔ جبکہ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"میں سوچتا ہوں کہ عاصم نے آپ سے شادی کا فیصلہ بالکل صحیح سوچ کر کیا۔ اتنی ذہین اور خوب صورت بیگم تو ایک نعمت ہے....." ہمایوں کی بات پر اس نے استعجاب سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"تو کیا آپ کی بیگم خوب صورت نہیں.....؟"

"میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔" وہ یونہی مسکرا کر بولا۔

"بس میں سمجھتا ہوں کہ عاصم پھر بھی مجھ سے زیادہ خوب قسمت ہے۔" ہمایوں کی شوخی نے اس کی آنکھوں کی چمک بڑھادی تھی۔

بعض عورتیں تعریف کو حق سمجھ کر وصول کرتی ہیں۔ یہ دیکھے بغیر کہ تعریف کرنے والا کس قبیل کا مسافر ہے۔ بس ان دیکھی دیوار کے پیچھے منظر یونہی زندگی کے غائب ہوتے جاتے ہیں اور باتیں لمحوں کو بھی حوصلہ بخشتی ہیں۔ وہ بھی عجیب لطافت اور سرور دے کر ہی سرکتے ہیں۔

"ہمایوں بھائی آج میں بازار گئی تو سوچا آپ کے لیے فیض کی شاعری کا مجموعہ ہی خرید لوں۔ آپ کے بقول آپ کو شاعری بڑی پسند ہے اور آفرین بھابھی کے لیے میں نگینے کے کام سے مزین یہ سبز غرارہ لائی ہوں۔ آج کل بڑا ان ہے....." وہ شوخی سے لاؤنج میں آتے

ہوئے بولی۔

آفرین تو غرارے کو دیکھتے ہی ندا کی فیاضی پر مرمٹی جبکہ ہمایوں بمشکل مسکرایا تھا۔

"کیا آپ خوش نہیں ہوئے؟" وہ بڑی ادا سے بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بولی۔

"خوش تو ہوں۔۔۔۔ بس ذرا آفس پرابلم ہے۔۔۔۔"

"کون سی آفس پرابلم۔۔۔۔ ہمایوں بھائی؟" وہ فکر مندی لہجے میں سموتے ہوئے بولی۔

"تم کھانا کھاؤ گی۔۔۔۔؟ ندا!" آفرین نے غرارہ دوبارہ سے غرارہ پیک کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ضرور۔۔۔۔ کیا بنا ہے؟"

"آج میں نے تمہاری پسند کی نہاری بنائی ہے۔" آفرین جوڑے کو پاکر خوشی سے دمکتے ہوئے بولی۔

"تو پھر دیر کس بات کی۔۔۔۔ فٹافٹ کھانا لے آیئے۔۔۔۔" اس کے جانے کے بعد وہ دوبارہ ہمایوں کی طرف متوجہ ہوئی۔

اس نے آج گاجری رنگ کا بیڈز کے کام والا سوٹ پہنا تھا۔ وہ تو بالوں کی ہائیٹ بھی بنا کر آئی تھی۔

"مما! آج آپ بڑی اچھی لگ رہی ہیں۔۔۔۔" ربیع نے بھی بے ساختہ تعریف کی تھی۔

پر ہمایوں شاید کافی الجھا ہوا تھا۔ اسے اس کی ڈریسنگ نظر ہی نہ آرہی تھی۔ لاشعوری طور پر وہ چاہتی تھی کہ وہ اس کی تعریف کرے۔

"ہمایوں بھائی! آج آپ زیادہ ہی پریشان ہیں۔" وہ خود ہی مخاطب کرکے بولی۔

"پریشان۔۔۔۔ چھوڑیے بھابھی! پریشانیاں تو بس یونہی چلتی رہتی ہیں۔ میں کون سا عاصم کی طرح اتنا خوش قسمت ہوں جو اتنے مقدروں والی عورت حاصل کرسکوں۔ جس کے آتے ہی دولت کی ریل پیل ہوگئی۔ میری تو جب سے شادی ہوئی ہے۔ کاروباری ساکھ ہی خراب ہو کر رہ گئی ہے۔"

ایک بڑا معتبرانہ احساس دل میں جاگزیں ہوا تھا اس کے۔

"آپ مجھ سے پیسے لے سکتے ہیں۔ آپ کو اگر میری مدد درکار ہے تو میں آپ کی مدد ضرور کرنا چاہوں گی۔" وہ حاتم طائی بنی بڑی شان بے نیازی سے بولی۔

خوشامد ایسی بلا ہے۔ جس سے کچھ ہو نہ ہو بس بیچارگی ٹائٹس کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ جو خاموش قاتل بن کر آپ کے جگر کو تباہ کردیتا ہے۔ اور جگر ہی تو سارے جسم کا سربراہ ہوتا ہے۔ یونہی خوشامد عقل کو ختم کردیتی ہے۔ جو پورے شعور اور لاشعور کو کنٹرول کرتی ہے۔

"نہیں، نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ عاصم کیا سوچے گا۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"عاصم! کو میں بتاؤں گی ہی نہیں۔۔۔۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ اس طرح سے آپ کی عزت نفس یا وقار کا مسئلہ بنتا ہے۔ تو بے فکر رہیے۔ میں خود سے آپ کی مدد کردیتی ہوں۔"

وہ ایک ایک کرکے بہت سے خدشے اس کے سر سے نکال باہر کررہی تھی۔

"تم خوب صورت وذہین ہی نہیں۔۔۔۔ انتہائی ہمدرد اور پرخلوص عورت ہو۔۔۔۔" طرز تخاطب آپ سے تم ہوگیا تھا۔ اسے پتا ہی نہ چلا کہ آپ سے تم تک کا فاصلہ کتنی بے تکلفیوں کو ہوا دیتا ہے۔ جس میں تیلی چھینکی جاچکی تھی اور بھڑکنے والی آگ میں کیا کچھ جل سکتا تھا۔

شہر کے مشہور پلازہ سے شاپنگ۔

ریسٹورنٹ سے نت نئے کھانے۔

مشہور تفریح گاہوں پر روز روز پکنک کے منصوبے۔۔۔۔

آفریں۔۔۔۔ ندا، ہمایوں بچے مرلع کے چاروں کونے پورے تھے۔ عاصم کے بغیر۔۔۔۔

"ربیع کو گہری سبز گھاس کے رنگ کا اوور کوٹ دلوا دو۔ تمہاری بیٹی، تمہاری طرح بے حد سفید رنگ کی ہے۔" آفریں سے نظر بچا کر ذرا ہولے سے ندا کے پاس جا کر ہمایوں نے تعریف کی۔۔۔۔

وہ ایک ادا سے مسکرا کر پیسوں کی نمائش کرتے ہوئے دکاندار سے سبز اوور کوٹ پیک کرنے کا آرڈر کرنے لگی۔

دن رات کی تقسیم کے بغیر ندا اور بچے۔۔۔۔ ہمایوں آفرین کے گھر پائے جاتے اور ہمایوں، آفریں ندا کے گھر۔

انہیں دنوں اماں بھی ندا کے ہاں رہنے آگئی تھیں۔ جاڑے کے موسم میں خرابی طبیعت کے باعث وہ ایک دو دن رہنے کی بجائے پچھلے ایک ہفتے سے مستقل بیٹی پر قیام پذیر تھیں۔

"ندا! بیٹا مجھے تمہارا یوں باربار آفرین کے ہاں جانا اور ان کا تمہارے ہاں آنا کچھ خاص پسند نہیں آیا۔" اماں نے بمشکل ناگواری چھپائی۔

"اماں آپ بھی نا بس۔۔۔۔ عاصم کے بہترین دوست ہیں ہمایوں بھائی۔۔۔۔ میں کیوں نہ آؤں جاؤں۔۔۔۔ عاصم کے بعد سے یہ لوگ اتنا خیال کرتے ہیں۔ سسرال میں کسی کو اتنی توفیق نہیں۔" وہ کھانے کے برتن سمیٹتے ہوئے عجلت سے بولی۔

"لیکن مجھے وہ ہمایوں ذرا چھچھورا سا لگتا ہے۔" وہ پھر بھی باز نہ آئیں۔

"ہائیں، وہ کہاں سے چھچھورے ہوگئے۔ اتنے اچھے تو ہیں۔ ہمایوں بھائی۔"

"ہاں بڑے اچھے ہیں ہمایوں بھائی۔" اماں منہ بگاڑ کر اس کی بات پر بدمزا ہوتے بولیں۔

اگلے اتوار ان کا ارادہ ہڑاہٹ جانے کا تھا۔ اس نے صبح ہی صبح سارے بچوں کے کپڑے پریس کردیے تھے۔ ربیع کی طبیعت کچھ گری گری سی تھی۔ مگر سیرو تفریح کا پلان یونہی خراب ہو تو اس کی طبیعت بوجھل ہونے لگتی۔ وہ گھریلو دوائی دے کر ربیع کو ساتھ لیے آفرین کی طرف آگئی۔

آفریں اور بچے بھی تیار بیٹھے تھے۔ وہ صرف ساتھ جاتے مفت۔۔۔۔ باقی پیسہ تو ہمیشہ اسی کا لگتا تھا۔

"کیا ہوا؟ ربیع کی طبیعت ٹھیک نہیں لگتی۔۔۔۔" آفرین نے پنک میکسی میں ملبوس ربیع کے گلابی پڑتے چہرے کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہلکا ہلکا بخار ہے۔۔۔۔"

"نہیں، مجھے لگتا ہے کہ بخار تیز ہو رہا ہے۔" تھرمو

حذیفہ سے کہہ کر تھرمامیٹر منگواتی ہوں۔ پھر چیک کرتے ہیں۔" آفرین کو تشویش سی ہوئی تھی۔

جبکہ اب وہ بھی ربیع کو اپنے پاس بلا کر ہاتھ لگا لگا کر چیک کرنے لگی۔ جسم گرم ہوا جا رہا تھا۔ تھرمامیٹر سے چیک کیا تو ایک سو ایک ڈگری سینٹی گریڈ تھا۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی....." ہمایوں اپنے سلکی بالوں کو ہاتھ سے سنوارتے اندر آتے ہوئے بولا۔

"ربیع کو بخار ہو رہا ہے۔" جواب آفرین نے دیا تھا۔

"ایسا کرتے ہیں کہ میں تم لوگوں کو پڑاہٹ چھوڑ کر ربیع کو ڈاکٹر سے چیک کروا کے رسول بی بی کے پاس گھر چھوڑ جاؤں گا۔ یہ ریسٹ کرلے گی۔" ہمایوں نے تجویز دی۔

"نہیں' میرا خیال ہے کہ ہم جاتے ہی نہیں....." وہ گڑبڑا کر بولی۔

"ارے بھابھی! گھبرا کیوں گئیں۔ اتنا سا بخار تو ہو ہی جاتا ہے۔ ہمایوں ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ڈاکٹر کو چیک کروا کر یہ ربیع کو رسول بی بی کے پاس گھر ڈراپ کردیں گے۔" آفرین بولی۔

"ویسے بھی میں نے ٹیبل ریزرو کروالی ہے اور خوب صورت پل کون سے بار بار آتے ہیں اتنی تھکی ہوئی زندگی میں....." ہمایوں نے بطور خاص اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم بھی کبھی بھابھی کی چوائس کی ڈریسنگ کرلیا کرو۔" وہ آفرین کو مذاق میں ڈانٹتے ہوئے اس کا موڈ بحال کرنے لگا۔

جبکہ وہ محض مسکرا کر رہ گئی۔ بھابھی کے شوز..... بھابھی کا سوٹ..... بھابھی کی مسکراہٹ..... آنکھوں کی چمک..... خوب صورتی..... غرض ہر طرح سے تہذیب کے ریپر میں لپٹی ہوئی کوڈ ورڈ تعریف کی جاتی رہی۔

ہمایوں انہیں ڈراپ کرکے خود ربیع کو ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کروانے کے لیے لے گیا۔

پڑاہٹ میں تقریباً" ایلیٹ کلاس میں شامل افراد زیادہ تر آئے تھے۔ وہ بھی آفرین کے ساتھ نئی نئی دولت لٹانے چلی آئی۔ دولت کا خمار بھی عجیب خمار تھا۔ اس خمار میں سدھ بدھ گم ہوجاتی ہے۔

اس نے ماں کے گھر کبھی اتنا پیسہ نہیں دیکھا تھا۔ وہاں سوچ کر لگانا پڑتا یہاں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ لٹائے کس طریقے سے.....

ان کی واپسی رات بارہ بجے جا کر ہوئی تھی۔ تھکاوٹ سے برا حال تھا۔ آفرین نے تھکن اور ربیع کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے اسے اپنے ہاں ہی رکنے کی دعوت دے دی۔ جسے بخوشی قبول کرلیا گیا۔

وہ بے سدھ ہو کر سوئی۔ رات کے پچھلے پہر سسکیوں کی آواز نے اس کی نیند ڈسٹرب کی تھی۔ اس نے بمشکل سوئی جاگی آنکھوں کو کھولا۔

ربیع گھٹنوں میں سر دیے سسک رہی تھی۔

"ربیع! کیا ہوا بیٹا.....؟" اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہ گھبرا کر اٹھتے ہوئے بولی۔ وہ یونہی لگاتار روئے گئی۔

"کیا بخار زیادہ ہوگیا ہے؟" وہ اس کے ماتھے پر بال سمیٹتے ہوئے پیار سے بولی۔

"مما..... مما! انکل ہمایوں اچھے نہیں ہیں....."

ربیع کے الفاظ نے اس کے دل کی دھڑکن تیز کردی۔

"کیا کہا انہوں نے.....؟" اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"مما! وہ میرا بخار بار بار چیک کرتے تھے۔ کبھی کہاں ہاتھ لگاتے تو کبھی کہاں..... میرے گلے میں بازو بھی ڈالا تھا انہوں نے....." وہ سسکاریاں بھرنے لگی۔

جبکہ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"مما! مجھے یہ سب اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ مما! انکل بہت برے ہیں....." وہ روتے ہوئے اس کے ساتھ لپٹ گئی۔

جبکہ وہ پتھرا سی گئی تھی۔ اسے پتا نہیں کیا ہوا تھا وہ جھٹکے سے اٹھی تھی اور آفرین کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا دیا۔

وہ دونوں میاں بیوی حیران پریشان جاگے۔

"مجھے ابھی گھر چھوڑ آئیں ہمایوں بھائی! ربیع کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"بھابھی! رات کے دو بجے....." آفرین بمشکل مسکرائی۔

"ہاں' بس ابھی..... میں بچوں کو لے کر آتی ہوں۔" وہ جھٹکے سے کہتی واپس پلٹ آئی جبکہ ہمایوں اور آفرین نے غصے و بے زاری سے اسے واپس پلٹتے دیکھا۔

سارے راستے وہ پتھر کا بت بنی رہی۔ اس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی ہمایوں کی بے تکی باتوں پر بھی نہ ٹوٹی تھی۔ وہ بھی نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں و ذہن کے ساتھ کوئی خاص توجہ نہ دے سکا۔ گھر آکر اس نے عاصم کو کال کرکے ساری بات بتائی تھی۔ اب اسے پکا یقین تھا کہ عاصم ہمایوں کی خوب خبر لے گا۔ آئندہ سے وہ ان کے گھر بھی نہیں جائے گی۔ غصے اور اشتعال کی لہر نے اسے اپنے وجود میں لپیٹا ہوا تھا۔

دوسرے دن عاصم نے اسے کال کی تھی۔

"ندا! بچوں کو لے کر اپنے گھر چلی جاؤ۔ تمہیں میں طلاق کے کاغذات بھجوا دوں گا۔ بچوں کا خرچہ ملتا رہے گا....."

"کیا؟" وہ چیخ پڑی۔

"عاصم! تمہارا دماغ درست ہے؟ کیا کہہ رہے ہو تم....."

"میں جو کہہ رہا ہوں..... وہ کرو..... میں مزید تم سے بات نہیں کرنا چاہ رہا۔" اس نے اپنی سنا کر فون منقطع کردیا۔ جبکہ وہ وہیں صوفے پر چیخیں مار مار کر رونے لگی۔

"مما! مما کیا ہوا؟....." بچے پریشان ہوگئے اس کے موبائل پر اب ہمایوں کی کال آرہی تھی۔

"تم نے میرے لیے جو زہر اتارنا تھا نا اپنے خاوند کے دل میں..... میں نے بھی جوابی کارروائی کردی ہے۔ کہو کیسی لگی؟ تمہارے گفتس..... تمہاری ادائیں..... میں نے ایک ایک لفظ عاصم کو بتایا ہے۔ میرے ساتھ آفرین نے بھی اس بات کی گواہی دی ہے۔

آفرین اور عاصم میں صرف اتنا فرق ہے کہ آفرین میری بات پر اندھا اعتماد کرتی ہے اور عاصم کو شاید ہی تم پر یقین آئے۔

میں نے عاصم کو بتادیا تھا کہ یار خود دل لگی کرنے والی خاتون ہیں ماشاءاللہ سے تمہاری بیگم صاحبہ!"

"تم اپنی بکواس بند کرو۔" وہ پوری قوت سے چیخ کر بولی۔

"بلاوجہ کی فضول تعریفیں کرکر کے تم دونوں میاں بیوی میرے پیسے بٹورتے رہے....."

"ہاں تو تمہیں بھی تو ہروقت اپنے حسن کے لیے ستائش کی ضرورت پڑی رہتی تھی۔ ہروقت فلمی ایکٹرسوں کی طرح بنی سنوری' اپنی نمائش کروانے ہمارے ہاں چلی آتیں۔ دنیا کا کوئی اندھا مرد ہی ہوگا۔ جس کے سامنے عورت خود دلربا..... دلنشیں بن بن کر آئے اور وہ تعریف و توصیف کے ڈونگرے نہ برسائے۔ تمہارے جیسی عورتیں اگر شادی سے پہلے

گھروں سے بھاگ کر شادی کرتی ہیں تو شادی کے بعد بھی انہیں دل لگی کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی چاہیے ہوتا ہے۔"

وہ مزید پتا نہیں کیا کچھ بولتا رہا۔ جبکہ وہ وہیں سن رہ گئی۔

اسے یہ دل لگی مہنگی پڑی تھی۔ عاصم کے چلے جانے کے بعد کچھ سال اس نے جس طرح گزارے تھے باقی کے بھی اسی طرح گزار دیتی۔ اس نے دل کا کہا ضرور مانا تھا مگر وہ بے وفا نہ تھی.... بے وفائی کی اصطلاح بھی اس کی نظر میں خوب تھی۔

وہ تو صرف وقت کو خوشگوار کرنے کے لیے وقت گزاری کر رہی تھی۔ وہ کون سا ہمایوں یا ہمایوں جیسے مردوں کے ساتھ بھاگنے کی تیاری کر رہی تھی۔ مگر خبیث انسان نے اس کی بیٹی کو ہی.... وہ جتنا سوچتی اتنا ہی دماغ اسے پھٹتا ہوا محسوس ہوتا۔

وہ بچوں کے ساتھ گھر آگئی تھی۔ وہ گھر جسے اس نے ہمایوں کے لیے نہیں "عاصم" کے لیے چھوڑا تھا۔ مگر ہمایوں کے ساتھ اسکینڈلائز ہوگئی۔

گھر میں اس کا استقبال کون سا اچھا ہوا تھا۔ زندگی جہنم بن گئی تھی۔ بھابھیوں کا.... ماں کا سب کا رویہ بدل گیا۔ وہ ندا عاصم۔ جو پانچ ہزار سے کم کا سوٹ بھی زیب تن کرنا پسند نہ کرتی تھی۔ اب کوڑی کوڑی کی محتاج ہوگئی۔ تعلیم بھی بس ایف اے....

مقامی اسکول میں آیا گیری کرنے لگی۔ کلاسز کی صفائی اور بچوں کی دیکھ بھال.... پھر بس رونا دھونا.... طعن و تشنیع.... اسے سمجھ نہ آتی ذرا سی غلطی کی اتنی بڑی سزا.... اس نے اپنی فرسٹریشن ٹیچر طلعت کے سامنے نکالی تھی۔ جو اپنے اخلاق و کردار میں سب سے منفرد تھیں۔

"ندا! بے شک تم گھر سے بھاگی نہیں۔ تم عاصم کے ترغیب دلانے پر ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اتنا بڑا قدم اٹھانے پر مجبور ہوگئیں مگر تم نے اپنا اعتبار تب ہی کھو دیا تھا۔ جب تم نے یہ سب کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ بے اعتبار شخص کو چاہیے پھر عمر بھر اعتبار کے کچے دھاگے کو مضبوط کرنے کی کوشش کرے ورنہ ہلکی سی ضرب پر بھی وہ ٹوٹ جاتا ہے مگر تم نے غلطی پر غلطی کی.... تمہیں ہمایوں کی تعریف کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرنی چاہیے تھی دل لگی کیا ہوتی ہے؟.... بدکاری کی طرف بڑھایا جانے والا پہلا قدم.... اور اگر پہلا قدم ہی برے راستے پر پڑ جائے تو ساری منزل کا گناہ لکھا جاتا ہے۔

بے شک اس نے ربیع کے ساتھ یہ سب کیا مگر تمہارے اعتبار کا دھاگا ٹوٹ گیا۔ ساری بات اس نے تم پر الٹ دی۔

اب تم ربیع کی عاصم سے بات کرواؤ اور اللہ کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگو۔ اللہ ہی عاصم کا ذہن بدلے۔ ورنہ زندگی بڑی طویل بھی ہو سکتی ہے اور تمہاری مشکلات میں اضافہ بھی۔" طلعت نے نرمی سے اسے سمجھایا۔

اس نے دسمبر کی اسی گیلی رات میں رب کے حضور معافی طلب کی تھی۔ ربیع نے باپ کو ساری بات سمجھائی۔ اللہ کی مہربانی سے وہ اگلی فلائیٹ سے پاکستان آیا تھا۔ ہمیشہ کے لیے اپنے بچوں اور بیوی کو گھر لے جانے کے لیے۔ سب بھلا کے۔

"کنواری لڑکی جب غلطی کرے تو دنیا پھر بھی کبھی نہ کبھی معاف کر دیتی ہے۔ مگر شادی شدہ عورت.... ایسا کر بیٹھے تو معافی کی گنجائش بمشکل نکلتی ہے۔ عزت سے بڑھ کر کچھ نہیں بیٹی! اب سنبھل جاؤ ربیع اب جوان ہو رہی ہے۔"

اماں نے آتے سے اس کے کان میں نصیحت کی تھی۔ جسے اس نے آنکھ سے لڑھکتے آنسو کے ساتھ پلو سے باندھ لیا تھا۔ کچھ نصیحتیں ٹھوکریں کھا کر ہی سمجھ آتی تھیں۔

☼ ☼